

مولانا محمد اعجاز علی شاہ *

فانی فی اللہ، باقی باللہ ہوئے

حیف صد حیف! قلم کا جگر کیوں شق نہ ہوا اور دل و دماغ کیوں جواب نہ دے۔ جبکہ کسی ایک متاعِ عظیم کے کھوجانے کے ماتم سے فارغ ہوتے ہی اپنی دوسری متاعِ دین و دنیا سے محروم ہونا پڑا۔ ایسا لگتا ہے کہ علم و فضل، زہد و ریاضت، اور ادب و صحافت کے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ہم مسافروں کو شپ و بیچور کے حوالے کر رہے ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء تو درحقیقت حزن ثابت ہونے لگا ہے۔ کہ جو ستارہ غروب ہوا کسی نعم البدل کی شکل میں دوبارہ ابھر ہی نہ سکا۔ قافلہ حق و صداقت کے آخری سپاہی بھی کتنی تیزی سے ایک ایک کر کے دارِ فانی کی سرحدیں عبور کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ابھی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اپنے جوان سال شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیب خان شہید رحمہ اللہ کی جدائی پر نوحہ کننا تھی کہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق 26 فروری 2014ء کو سحری کے وقت جبکہ سپیدہ سحر آفتاب عالمتاب کے طلوع کا مژدہ سنانے والا تھا۔ دنیائے علم و ادب کا آفتاب و ماہتاب بیسویں صدی کی تابناکی اور درخشانی کے بعد یکا یک غروب ہو گیا اور علم و دین کے ایوانِ شریعت میں اندھیرا چھا گیا اور گلستانِ امام المصطفیٰ، صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم زروبوئی رحمہ اللہ کے آخری سدا بہار گل سرسبد مرُجھا گیا یعنی حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب، جو دارالعلوم حقانیہ کے محفلِ دو شین کا وہ چراغِ سحر جو پچھلے چار سالوں سے حوادث و انقلاباتِ زمانہ کے جھونکوں سے بچھ بچھ کر بھی ٹٹم رہا تھا اور بزبان حال فرما رہے تھے کہ۔

کوئی دم کا مہمان ہوں اے اہل محفل

چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

بالآخر ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کے آخری ہفتہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ اور اب علم و تحقیق کا عالم

اُجڑا جڑا سا ہے۔ دفاعِ دین اور ادب و تنقید کی رزم گاہوں میں سکوت مرگ سا طاری ہو گیا ہے۔

ہم کو دعویٰ خود ستائی کا نہیں فانی مگر

ملنے ہے دنیا میں ہم جیسے قلندرِ خال خال

* مختص دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت فانی صاحب رحمہ اللہ ابھی عالم میں تھے کہ اپنے عظیم والد متکلم عصر مولانا عبدالحلیم زروبوئیؒ اپنے نامور استاد و مربی، مشفق و مہربان سرپرست شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم العالیہ نے انکی نشاۃ و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی کہ خدا نے چاہا تو آگے چل کر وہ خانوادہ حلیمی اور دارالعلوم حقانیہ کی عظمتوں کو قائم و دائم رکھ سکیں گے۔ اس مثالی تعلیم و تربیت نے مرحوم کو آغازِ شباب ہی میں علم و ادب کے میدان میں ایک بار آور درخت بنادیا۔ اور اگر یہ درخت اتنی جلدی باخراں کے ہاتھوں یوں نہ اجڑ جاتا تو یقیناً اور آگے چل کر شجرہ طوبیٰ بنتا۔ مگر اللہ کی مرضی کے سامنے کس کی چل سکتی ہے۔

حضرت فانی صاحبؒ ۱۹۷۰ میں دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ ہو گئے۔ اور اس وابستگی کو آخری دم تک ایسا نبھایا کہ بڑے بڑے محرکات اور دوائی سے بھی ٹکرا کر دارالعلوم کی قوت لایموت اور کفاف پر قانع رہے اور تفسیر و حدیث اور فنون کی اعلیٰ کتابیں مثالی صلاحیت اور عمق و انداز میں پڑھاتے رہے۔ اس دوران اپنے ہزاروں تلامذہ کو مستفید فرماتے۔ پچھلے تیس سالوں سے مؤطائین اور طحاوی جیسی اہم کتابوں کی تدریس آپ کے ذمہ ہو گئی تھی۔ جب دور حدیث کی کتابیں ان کی سپرد کر دی گئی تو فرمایا کہ یہ بھی بڑوں کا اعتقاد اور حسنِ ظن تھا حالانکہ میں اس قابل نہ تھا۔

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی درود و جمیت عصر حاضر کے مغربی اور لادینی افکار و مسائل پر گہری نظر، وسعت فکر، حاضر جواب اور پھر اس کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، اردو، پشتو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان زبانوں میں کئی قصائد، غزلیں، مراثی زمانہ طالب علمی سے لکھتے رہے۔ گویا حضرت فانی صاحب دیوبند ثانی میں علم و ادب کے میدان میں شیخ الادب حضرت محمد اعجاز علی رحمہ اللہ کے ہم مثل تھے۔ اور اسی طرح علوم و فنون میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ علمی مزاج متکلمانہ اور فلسفیانہ تھا ہر زیر بحث مسئلہ کی عجیب تنقیح فرماتے اور نیچے تلے انداز میں موضوع کی تحلیل اور تجزیہ کرتے اور درس کا تو انکو ملکہ تامہ حاصل تھا۔ گھنٹہ بھر کی درس آدھے گھنٹہ میں دے دیتے اور طلبہ کو مطمئن کرتے۔ درس کے دوران ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی لکھا ہوا مقالہ سنار ہے ہیں۔ کلام حشو زوائد اور تکرار سے پاک رہتا تھا۔ طبیعت میں جمال کے ساتھ ساتھ جلال بھی بھر پور تھا، حمیت حق کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اگر کسی نے اضمحلال دین کا کوئی نقشہ پیش کر دیا تو بے حد بے چین ہو جاتے۔ دارالعلوم حقانیہ، مولانا سمیع الحق، مولانا فضل الرحمن، مولانا راشد الحق کے خلاف بات کرنے کو بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ عوامی زندگی سے گریزاں، مگر علماء اور طلباء کے علمی اور ادبی محفلیں پسند فرماتے تھے۔ انتہائی کم گو لیکن جب بات کرتے تو موتیاں بکھیرتے۔ دارالعلوم حقانیہ کے بانی مبانی سے لے کر اس کے شجر و حجر اور ادنیٰ مشاغل میں منہمک رہتے۔ موجودہ علمی زوال اور طلبہ کے علمی انحطاط پر بیحد افسردہ تھے اور اس بارے میں وفاق المدارس العربیہ کے نصابی کمیٹی کو ہمیشہ خطوط لکھتے۔ درس میں ہمیشہ طلبہ کو ملکہ تامہ حاصل تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اپنے اساتذہ سے وفاداری اور

رابطہ رکھنے کی نصیحت فرماتے۔ جمعیت علماء اسلام اور ختم نبوت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ اکبر کیسا سرمایہ علم و ادب، طلبہ علوم دینیہ کو محروم کر کے چھوڑ گیا۔

ان کی جدائی کہ یہ اندوہناک خبر سنتے ہی تمام طلبہ اپنے شفیق استاد کے پیچھے رو پڑے۔ تمام اساتذہ بھی انتہائی غمگین انداز میں دارالعلوم حقانیہ کے مسجد میں جمع ہو گئے۔ استاد محترم اور حضرت مولانا رحمہ اللہ کے تادم واپس کے دوست و محبوب حضرت مولانا راشد الحق صاحب صبح سے لے کر عصر تک ان کی شفقتوں کے پیچھے رو رہے تھے اور ایسے حیران و پریشان بیٹھے تھے جیسے کہ ان سے کوئی متاعِ عظیم گم ہو گئی ہو اور بقول فانی صاحبؒ.....

سیلِ خوں ہر سوں رواں ہے اور ہر دل اشکبار
پھر گیا ہے کسی طرف یا رب مزاجِ روزگار
داستانِ درد و پیہم یا خدا کیسے کہوں
سینہ و تن داغ داغ و دامن دل تار تار

حضرت فانی صاحبؒ کا دیدار عام پرانے دارالحدیث ہال میں کیا گیا۔ چہرہ انور پر طمانیت و سکون کا عجب سماں تھا۔ حضرتؒ کی نماز جنازہ ان کی وصیت کے مطابق دارالعلوم حقانیہ میں صبح 11:00 بجے اداء کی گئی جس میں دارالعلوم کی جدید و قدیم، فضلاء سابق و وزراء ان کے دوستوں اور اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اور اس کے بعد تدفین کے لئے ان کو آبائی گاؤں زروبی لے جایا گیا۔ جہاں ان کی دوسری نماز جنازہ 4:00 بجے اداء کی گئی اور بعد از جنازہ اپنے عظیم والد اور والدہ صاحبہ کے قرب و جوار میں سپرد خاک کیا گیا۔

کیا سوچ کے مٹی میں چھپاتے ہو دوستوں گنجینہ علوم ہے کوئی مال و زرنہیں
حضرت فانی صاحبؒ کا درود شریف سے عشق تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ آج مولانا راشد الحق کے ماموزاد بھائی آئے تھے تو ان کو میں نے لو بلڈ پریش اور ہائی بلڈ پریش کے لئے ایک عجیب نسخہ دیا میں نے کہا کہ ”حضرت مجھے بھی یہ نسخہ دکھائیں“ تو فرمایا کہ ”لو بلڈ پریش کیلئے کلمہ طیبہ اور ہائی بلڈ پریش کے لئے درود شریف کا ورد کیا کرو۔ کیونکہ درود شریف میں جمال ہے اور کلمہ طیبہ میں جلال ہے۔“

دارالعلوم حقانیہ ان کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور اس کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق، مولانا انور الحق اور مولانا راشد الحق سمیع صاحب کے ساتھ حضرت فانی صاحبؒ کے علائق و روابط اور ایشیاء کی عظیم دینی، علمی ماہنامہ ”الحق“ پر خصوصی عنایات و توجہات کی داستان تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے۔

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار صدی کی بات نہیں

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے اہل و عیال کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔